قاری تاج محمد شاکر پتوکی

نظم بر وفات

علامہ محمد مدنی بن

مولانا حافظ عبد الغفور رحمھما اللّٰہ

آج رخصت ہوا شمعِ توحید جلانے والا
دعوتِ قرآن کو گھر گھر میں پہنچانے والا

کس کے غم میں آج جہلم میں ہوا محشر بپا
وہ جو مدنیؒ تھا ہر دیس مساجد کو بنانے والا

کس کی موت پر زمین و آسماں ہیں غمزدہ
وہ جو گھر گھر توحید اللہ کی سنانے والا

وہ تھا نازشِ اسلام، وہ خطیب خوش بیاں
آج رخصت ہوا رہِ حق بتانے والا

جس سے اپنے بیگانے فیض یاب ہوئے ہیں
ابن جہلمیؒ وہ مدنیؒ کہلانے والا

چھپ گیا مٹی میں علم و ادب کا آفتاب
ظلمتِ شرک میں چراغ جلانے والا

عظمتِ اسلاف و پیکرِ ایثار وہ مدنیؒ
علومِ اَثریہ کو اَوجِ ثریا پہ پہنچانے والا

بزمِ عالم میں رخشندہٗ جبیں، جماعت کا خادم
ہر بگڑے ہوئے ماحول کو سلجھانے والا

جذبۂ توحید سے سرشار، حرمین کا خادم
وہ جو تقدسِ حرمین پہ گھر بار لٹانے والا

عصرِ حاضر کے بت شکن علامہ مدنیؒ
درِ حبیبؐ سے تعلیم کا پانے والا

میرے اللہ وہ دنیا سے خفا تیرے لیے تھا
کر عفو کہ تو ہے عفو کا چاہنے والا

تیری رحمت کے سوا پاس ہمارے کیا ہے
تو ہی تو ہے تاج کی بگڑی کو بنانے والا

سید اکرام الحق جاوید

موت العالِم موت العالَم

ستاروں کو نشانِ راہ دکھانے والے

راہ داں کی سفرِ آخرت پر روانگی

بہت کم لوگ یہ جانتے ہوں گے کہ علامہ محمد مدنی صاحب رحمہ اللہ جیسا زیرک، جہاندیدہ، سرد وگرم چشیدہ اور اپنی دھن کا پکا شخص بھی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا اقدم مشاورت کے بغیر نہیں اٹھاتا تھا۔ ان کے احباب کی ایک مجلس شوریٰ تھی۔ جس میں گھنٹوں بحث ہوتی، تبادلہ خیال ہوتا۔ مشاورت سے مدنی صاحبؒ کا قد کم ہونے کی بجائے اور بلند ہو جاتا۔ قرآن وسنت کے مسلک کیلئے ان کی ''کمٹمنٹ'' ایسا ہتھیار تھی جس نے کبھی شکست کھانا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اٹل، فیصلہ کن اور غیر لچکدار رویے نے ان کی دھاک کو دلوں پر بٹھا رکھا تھا۔ ہم نے انہیں مسلکی غیرت کے دریاؤں میں غوطہ زن ہو کر سیخ پا ہوتے بھی دیکھا ہے اور منہ پر سچ کو سچ کہنے اور بے رخی کی حدتک برملا کہتے ہوئے بھی سنا ہے۔ انسانی خامیوں اور فطری کوتاہیوں سے کون مبرا ہوسکتا ہے لیکن آج جو چیز ان کو زندہ رکھے ہوئے ہے وہ ان کا مومنانہ کردار ہے۔ لوگوں نے ان کی زندگی میں انہیں اپنے خیال اور زمانے کے رواج کے مطابق ہدفِ تنقید تو بنایا ہوگا لیکن ... جس طرح مدنی صاحبؒ کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ اسی طرح جیب و داماں بھی .... اچھا ہوا کہ کفن کی کوئی جیب نہیں ہوتی، وہ خالی ہاتھ آیا اور خالی ہاتھ لوٹا ... زندگی کو جدوجہد کے ساتھ گزارا ... الماری سے کوئی پائی تک نہ نکلی اور بنک میں دھیلہ بھی نہ تھا ... کسے معلوم تھا کہ دولتِ کتاب وسنت سے مالا مال یہ درویش کس طرح فقیرانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ مردِ حق بولتا ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے دریائے جہلم کی تند و تیز لہریں کناروں سے نکلنے کیلئے بیکراں ہوں .... مسئلہ بیان کرنا ہو تو لگتا ہے جیسے وہ بزورِ طاقت سچائی کو شرک و بدعت پر غالب کر کے ہی ہٹے گا ___ یہ شخص ایک شفیق باپ ہی نہیں فرمانبردار بیٹا بھی اور نامدار شوہر بھی تھا۔ دن کو سوتا بھی اور جاگتا بھی مگر .... رات کو صرف آنسوؤں کی زبان سے اپنے اللہ سے ہمکلام ہوتا۔ اپنے والد گرامی رحمہ اللہ کی

اس عادت کو اس طرح اپنایا جیسے ترکہ ہو ... اپنے رب پر بھروسہ کرنا تو کوئی ان سے سیکھے اور ہاں الحمدللہ ہم دوستوں نے سیکھا بھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جب آسمان پر رب ہے ... ہمیں فکر کس کا ہے؟ صرف اسی ایک ذات پر بھروسہ کرو کہ اس کے بغیر کہیں کوئی رسائی نہیں ہو سکتی۔

مدنی صاحبؒ کو کسی بھی جگہ، کسی بھی فرد سے مرعوب ہوتا نہیں آیا ... وہ بادشاہوں سے سکندرانہ جلال کے ساتھ ملتے اور علماء میں اٹھتے بیٹھتے تو تواضع وانکساری غالب رہتی ... یہ بات بلا تردید کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا عالم دین ہو گا کہ جس کو مدنی صاحبؒ سے زیادہ عرب دنیا میں پذیرائی حاصل ہو۔ وہ حکمرانوں کے شکوہ سے نا آشنا اور ان کے دبدبے سے ناواقف، وہ کسی جلالۃ الملک کو بھی خادم حرمین شریفین سمجھ کر ملتے ___ انہیں خوشامد کا ڈھنگ تھا نہ قربت کے حصول کے آداب سے شناسائی ... وہ ایک ٹوٹے بریف کیس کے ساتھ بیرون ملک جاتے اور اسی کے ساتھ لوٹتے ... نہ خریداری کا شوق نہ دنیاوی لوازمات کی ضرورت ... ورنہ ... وہ چاہتے تو ڈھیروں تحائف کے ساتھ آیا کرتے ___ ایک لگن کو ان میں خون کی طرح دوڑتے ہوئے پایا اور وہ تھی جامعہ علوم اثریہ کی فکر .... بیماری کی کلفتوں میں سفر کرتے، ناسازئ طبعیت کے باوجود انہیں جانا ہی ہوتا اور وہ روکتے روکتے بھی چلے جاتے ... اور ایسا تو انہوں نے آخرت کے سفر میں بھی کر دکھایا ... حتی کہ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے ... ان کی زندگی کا سب سے بڑا فکر ''جامعہ'' ہی تھا۔ آج رہتے بستے گھروں میں چند بچے نہیں پلتے۔ لیکن ادھر یہ سماں ہے کہ یہاں بے گھر کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بچوں کو گھر کی سی آسائشیں مہیا کی جا رہی ہیں۔ ان کی زندگی بھر یہ خواہش ہی رہی کہ کسی طرح کوئی ایسا کام شروع ہو جائے کہ جہاں سے جامعہ کو سالانہ آمدن آتی رہے اور یوں یہ سارا پراجیکٹ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔ مساجد بنانے کی توفیق اللہ رب العزت نے انہیں اس قدر فراوانی سے بخشی کہ جدھر دیکھتے وہاں مسجد کی بنیاد ڈال دیتے اور یوں چند برسوں کے اندر وہاں وہاں مساجد بنا ڈالیں جہاں برسوں تک ایسا خیال خواب ہی بنا رہتا۔

ایک ٹوٹی پھوٹی گاڑی جس میں وہ برسوں سے اور پھر بڑی خستہ حالی سے سفر کیا کرتے تھے کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ میں نے اچھی گاڑی کیا کرنی ہے؟ بس یہی کافی ہے۔

بیماری کے آخری ایام میں جب گورنر پنجاب جناب خالد مقبول جامعہ علوم اثریہ کے دورے پر جہلم تشریف لائے تو انہیں بتایا گیا کہ رئیس الجامعہ صاحبِ فراش ہیں۔ انہوں نے تیمارداری کی۔ گورنر نے اس